

نوجوان صحابہ کرامؓ کا صبر و استقامت (عصر حاضر کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ)

Patience of Downtrodden Companions of Prophet Muhammad (ﷺ) as a guideline for youth

ڈاکٹر نور حیات خان*

ڈاکٹر احمد حسن**

ABSTRACT

The patience is the noblest virtue and lays great stress on being patient. Islamic History is full of the examples from the lives of Şahabah who sacrificed a lot. Islam delineates all the divers and broader aspects of patience in all its form. The need is to follow all these noble personalities called Şahabah in our lives in this era in order to show tolerance and give respect to others.

The Prophetic era is considered as the golden period wherein great students were trained to teach humanity, courage and determination. Although, having low status in society they taught the world how to lead a purposeful life with good morals and distinctive principles. They were the men rightly guided with high and far-seeing vision of the Prophet (ﷺ). They were the oceans of knowledge, instilled with spirit of service, thus stood as the exemplary icons of practical life. They chose indigent and destitute life but never extended their hands for help for their highly esteemed self-reliance. Those were men of field who never got afraid of anything in their life. They faced all the challenges with faith and patience, and with the spirit of Jihad, they crushed the infidels and uprooted infidelity from Arabian Peninsula.

Owing to their strong faith, they passed through many wild, menacing and brutal stages but never tilted towards the worldly things or people, nor did they compromised on their firm belief and clear stance cultivated by the Holly Prophet (ﷺ). This was the reason they got the title of (رضی اللہ عنہم) from Almighty Allah. This article is about those weak companions of the Prophet (ﷺ) who were icons of Patience and determination. Their patience is un-exemplary. They were gifted with excellent qualities of forbearance.

Keywords: Prophet, Companions, Challenges, Patience and Determination, Cooperation

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
** لیکچرار اسلامک سینٹر، کوپن ہیگن، ڈنمارک

قرآن مجید نے پیغمبر اسلام ﷺ کے سیرت کو نمونہ عمل قرار دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس سے انسانی تہذیب و تمدن اور اصول و قانون نے جنم لیا ہے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کی برکت اور اسلامی بھائی چارے کے ذریعے انسان ایک دوسرے کے غم گسار اور مددگار بن گئے، جو دنیا کے لئے قابل تقلید نمونہ قرار پائے۔ ان عہد ساز ہستیوں کو رسول عربی ﷺ کی صحبت پر ناز ہے، جن کے اعلیٰ اخلاق کی ترجمانی اقبال نے ان خوب صورت الفاظ میں کی ہے:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو نولا دے مومن^(۱)

یہ عظیم انقلابی ہستیاں مشقت و مصیبت سے کبھی نہ گھبرائیں بلکہ راستے کی ہر رکاوٹ کو صبر و استقامت سے عبور کیا اور علم، خدمتِ خلق اور جذبہ جہاد سے ہر قسم کے چیلنجز کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ مقالہ ان نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر و استقامت کے عظیم کردار کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

صحبتِ نبوی کی برکتیں

نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت دادا عبدالمطلب نے کہا تھا: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ آپ ﷺ کے ذاتِ بابرکات سے آپ ﷺ کی لونڈی ثویبہ جس نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا، خوش خبری میں ابولہب سے آزادی پائی اور اسی طرح رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے تمام بنی ساعدہ سمیت ان سے استفادہ کیا۔

دادا کی وفات پر نبی رحمت ﷺ نے چچا حضرت ابوطالب کے زیر کفالت آتے ہی ان کے گھر کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے قریش کی بکریاں اجرت پر چرائیں اور پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہا کا مال تجارت شام لے جا کر خاطر خواہ منافع کے ساتھ واپس لوٹے۔ ان دیانت دارانہ اور مخلصانہ کوششوں کا اثر تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہا قریشی نوجوان محمد مصطفیٰ ﷺ کی دائمی صحبت اور برکتوں کی حقدار ٹھہری اور آپ ﷺ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں اور یوں آپ رضی اللہا گھرانہ نبوت کی پہلی ام المؤمنین بن گئیں اور ساتھ ہی غارِ حرا سے نزول وحی کا آغاز ۷ ار رمضان المبارک کو ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾^(۲) سے ہوا۔

نوجوانوں پر صحبتِ نبوی کے اثرات

انسانی قوتیں اور صلاحیتیں جوانی میں جو نتائج لاتا ہیں، ڈھلتی عمر میں وہ نتائج نہیں لاسکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ

(۱) علامہ، محمد اقبال، ضربِ کلیم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص: ۶۸

(۲) سورۃ العلق: ۱ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا)

معلم انسانیت ﷺ نے بہت سے متنوع قسم کی اہم ذمہ داریاں جوانوں ہی کو تفویض کی تھیں، جس کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے تھا اپنے وقت کی اعلیٰ تعلیمی درس گاہ، صفہ میں تعلیم آپ ﷺ خود دیا کرتے تھے، تاہم ابتدائی لکھائی پڑھائی نوجوانوں کے سپرد تھی۔ جنگ بدر کے جن قیدیوں سے جن بچوں کو لکھائی پڑھائی سکھائی گئی تھی ان میں ایک نوجوان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کی ذہانت اور خوشخطی سے آپ ﷺ متاثر ہوئے اور اپنا پرسنل سیکرٹری بنادیا جس کو فارسی، حبشی، یونانی، اور عبرانی زبانوں میں مہارت حاصل تھی اور عبرانی محض ۷۷ ادن میں سیکھ لی تھی۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے دیگر کاتب بھی اکثر نوجوان تھے، مثلاً حضرت علی، معاویہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نوجوان تھے۔

اسی طرح دیگر اہم ذمہ داریاں بھی اکثر جوانوں کو سپرد کی جاتی تھیں۔ مثلاً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بارہا فوج کے سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس معرکہ کا افسر بنایا گیا جو تقریباً ۲۵ سال کے جوان تھے اور انہیں گورنری اور قضاء جیسے حساس اور اہم عہدے بھی دیے گئے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو اہل نجران کا گورنر بنایا گیا تھا جو صرف ۷۷ سال کے جوان تھے^(۱) اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی جوان ہی تھے کہ انہیں یمن و حضر موت کے اہم صوبے کے گورنری اور سیکرٹری تعلیم کی ذمہ داریاں بالترتیب دی گئیں تھیں بقول ڈاکٹر حمید اللہ آپ رضی اللہ عنہ گاؤں گاؤں اور ضلع ضلع تعلیمی دورے کیا کرتے تھے^(۲) علاوہ ازیں آپ ﷺ کے مشیر اکثر نوجوان تھے۔ اسی طرح سیاست مدن اور نظم نسق کیلئے عہد رسالت میں ہر گاؤں اور بستی میں دس آدمیوں پر ایک عریف مقرر تھا جو اکثر نوجوان ہوا کرتا تھا۔ چونکہ ان تمام امور میں آپ ﷺ کو مستعدی اور تعمیل پیش نظر ہوتا تھا جو ایک جوان ہی بہتر طور سے سرانجام دے سکتا تھا جو آج کی اشد ضرورت ہے تاکہ امت مسلمہ کی اہم ذمہ داریاں کم وقت اور کم خرچ پر سرانجام دے دی جائیں اور امت کو فائدہ پہنچایا جائے۔

حدیث میں دور جوانی کو نعمت قرار دیا گیا ہے لہذا اس کو صحیح رخ پر ڈالنا بہت ضروری ہے۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ دین حق کی دعوت میں جوانوں کا بڑا کردار رہا ہے۔ قرآن مجید میں کئی ایک جوانوں کا تذکرہ ملتا ہے، ان میں سے چند ایک کے نام بطور خصوصی قابل ذکر ہیں: ابراہیم، لوط، موسیٰ، یوسف، اصحاب کہف اور محمد و احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا خصوصی تذکرہ قرآن مجید کے اوراق کی زینت ہے۔ اصحاب کہف جن کے دلوں نے ایمان کی دولت پاتے ہی ہر طرح کے ناز و نعم کو چھوڑ کر صحرا، بیاباں اور پہاڑوں کا رخ کیا، حکومت وقت کی ریشہ دوانیوں سے بچنے اور اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ کرنے کے لیے ہجرت کا پرخطر راستہ اختیار

(۱) ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب (بہامش الاصابہ)، مطبعہ مصطفیٰ محمد مصر، ۱۹۳۹ء، ۲/۵۱۰

(۲) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی، یکین بکس لاہور، ۲۰۰۶ء، ص: ۹۲

کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان جوانوں کی توصیف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

﴿إِنَّهُمْ فِتْنَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾^(۱)

یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے، اور ہم نے انھیں ہدایت میں ترقی دی تھی

نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صبر و استقامت

مرتب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت ہی اس نہج پر کی تھی کہ ان کے اصول زندگی اور اخلاق نہایت اعلیٰ ہوں۔ اعلیٰ معیار زندگی کے لیے انہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار کیا تاکہ دین کے جامع پروگرام کے ذریعے دنیا و آخرت کی سرخروئی سے ہم کنار ہو جائیں۔ دین اسلام جو ایک نعمت عظمیٰ کو عام کرنے کے لیے نوجوان صحابہ کرام عماران کی والدہ سمیہ، صہیب رومی، بلال حبشی اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو مشرکین پکڑ کر سخت تپتی دھوپ میں لوہے کی زرہ پہناتے تھے اور طرح طرح کے عذاب سے دوچار کرتے۔

دعوت و عزیمت

دعوت دین وہ میدان ہے جس میں خدمات سرانجام دینے کے لئے اللہ نے ان برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کیا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلو۔۔۔ وہ امت کے سب سے بہتر لوگ تھے اللہ

تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آنے والی نسلوں تک اپنا دین پہنچانے

کے لیے چُن لیا تھا“^(۲)

اس راستے میں محض رضائے الہی کے خاطر طرح طرح کے آزمائشوں سے گزرے اور سخت ترین اذیتوں پر صبر کیا۔ کسی کام کو انجام تک پہنچانے کی ہمت اور جرأت کی عظیم قوت اس نوجوانی کے دور میں پائی جاتی ہے۔ ماہرین علم النفس نے زندگی کے اس دور کو حساس اور نازک دور قرار دیا ہے کہ اس عرصہ میں جو راہ بھی اسے مل جائے اپنا لیتا ہے خواہ اس میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے لیکن محنت سے جی نہیں چراتا۔ اس کی بہترین مثال قرآن مجید میں حضرت ابراہیم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود اور دیگر آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا لیکن کسی قسم کا خوف اور تردد نہ کیا۔ اقبال رحمۃ اللہ نے کیا خوب کہا ہے:

(۱) سورۃ الکہف: ۱۳

(۲) ابن الاثیر، مجد الدین، ابو السعادات المبارک بن محمد، جامع الاصول فی احادیث الرسول، تحقیق: عبد القادر الارناؤط، مکتبہ الحلوانی، دار البیان، طبع اول، ۱/ ۲۹۲

بے خطر کو پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں مرے مولانا مجھے صاحب جنوں کر^(۱)

ایسے صاحب جنوں نوجوان حضرت یوسف علیہ السلام کی مشقت بھری زندگی، عفت و پاکدامنی میں، ہمت و جرأت کی ایک نادر مثال ہے، جس نے عیش و عشرت، رنگینی اور سلطنت کو مات دی اور سرنگوں ہونے پر مجبور کیا۔ جوانی کے اس سہانے دور کی قدر و قیمت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِغْتَنِمَ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ»^(۲)

پانچ باتوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، مالداری کو فقر سے پہلے، فارغ اوقات کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

اس حدیث میں جن پانچ چیزوں کو غنیمت جاننے کی بات کی گئی ہے ان میں سے ایک جوانی ہے۔ شباب اور جوانی زندگی کا وہ سنہرا اور توانے جسمانی کا قابل ذکر دور ہے جو انسانی صلاحیتوں سے مستفید ہونے کا دورِ کامل کہا جاسکتا ہے۔ اس دور کے صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر کوئی بھی کام منزل مقصود تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ بڑے بڑے انقلابات بھرپار کیے جاسکتے ہیں۔ لہذا آج کے مسلم نوجوان ہر طرح کے صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں، ان کی ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر امت مسلمہ کو کامیابی کے مقام پر لاکھڑا کیا جاسکتا ہے، جو پوری دنیا میں زوال کا شکار ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسے ہی دور زوال میں ایک عظیم تاریخ رقم کی ہے، جو قابل ذکر ہونے کے ساتھ قابل تقلید بھی ہے۔

ضعفائے امت کی پامردی و استقامت

ایسے لوگوں نے ہمیشہ سے تاریخ میں عظیم کارنامے سرانجام دے ہیں جو اپنے دور میں کمزور اور بے وقعت خیال کیے جاتے تھے، خواہ محمد عربی ﷺ کا زمانہ ہو یا سابقہ انبیاء کا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا بُادِيَ الرَّأْيِ﴾^(۳)

اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس ان لوگوں نے جو ہمارے ہاں اراذل تھے بے سوچے سمجھے تمہاری پیروی اختیار کر لی ہے

(۱) علامہ، محمد اقبال، بانگ درا، رابعہ یک باوس الکریم مارکیٹ، لاہور، ص: ۲۴۸

(۲) الحاکم، ابو عبد اللہ، مستدرک علی الصحیحین، جمع تعلیقات ذہبی، ۴/ ۳۴۱

(۳) سورۃ ہود: ۲۷

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ ان کمزور مگر اللہ کے دین کے پروانوں کے ساتھ رہ کر دنیا کے اندر انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ یہ بڑے کمال کے لوگ ہیں، ان پر اپنی نظریں جمائیں، ان سے توقعات وابستہ رکھیں کیونکہ یہی ہیں دین کے پروانے، ہر مشکل میں ساتھ دینے والے اور ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار رہنے والے، فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾^(۱)

اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھيرو

ذیل میں ان وفا شعاروں کی پامردی کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے جنہوں نے زمانے کا رخ موڑ دیا تھا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

آپ کا نام بلال بن رباح حبشی، کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمن ہے۔ آپ مؤذن رسول ﷺ اور ناظم بیت المال اور سابقین اسلام میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شامل رہے ہیں۔ آپ نے رسول اللہ کے وفات کے بعد آذان دینا چھوڑ دی تھی اور دمشق میں بیس ۲۰ ہجری میں وفات پائی۔ بخاری اور مسلم نے آپ کی روایات کو نقل کیا ہے^(۲)۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ ان کو بطحاء مکہ میں سخت تپتی دھوپ میں لے آتا، ان کو چت لٹا کر سینے کے اوپر ایک بہت بڑا بھاری پتھر رکھ چھوڑتا، کبھی گائے کی کھال میں لپیٹتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی دھوپ میں بھٹاتا، اور کہتا کہ تم اس حال میں رہو گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا پھر محمد ﷺ کے دین سے باز آ جاؤ گے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ تھے کہ اس حال میں بھی اُحد اُحد پکارتے۔ مشرکین کے بچے ان کے گلے میں رسی ڈال کر بازو بچہ اطفال بناتے، ابو جہل منہ کے بل سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی چکی رکھ دیتا۔ ابو بکر صدیق کا گھر بنی جُح کے محلے میں تھا وہ یہ ظلم دیکھتے دیکھتے تنگ آ گئے، آخر انہوں نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مؤذن رسول کا لقب پایا اور خیر الانام ﷺ کے بعد آذان دینا چھوڑ دی تھی لیکن جب بھی آذان دی، لوگوں کو مرغِ بسل کی طرح تڑپا دیتے اور عہدِ نبوی کا نقشہ لوگوں کے سامنے گھوم جاتا۔^(۳)

(۱) سورۃ الکہف: ۲۸

(۲) ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، تحقیق: روجیۃ النحاس، وغیرہ، دار الفکر للطباعة والتوزیع والنشر، دمشق، طبع اول، ۱۹۸۲ء،

۶۶/۲۰، وزارة الأوقاف المصرية، تراجم موجزة للأعلام، ۸۵/۱

(۳) ابن حبان، محمد بن حبان البستی، الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، ترتیب: علی بن بلبان، تخریج و تعلیق: شعیب الأرنؤوط،

مؤسسہ الرسالہ، بیروت، طبع اول: ۱۹۸۸ء، ۵۵۸/۱۵

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

رسول ﷺ کے حواری اور پھوپھی زاد بھائی ہونے کے ساتھ آپ ﷺ کے ہمزلف بھی تھے۔ سولہ سال کے عمر میں نورِ ایمان سے بہرور اور اس راستے میں صبر و استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتے کچھ بھی کر لو اب میں کافر نہیں ہو سکتا^(۱)۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی دین اسلام کی سربلندی میں گزری۔ وفا شعاری اور فداکاری میں بے مثال۔ ۳۶ھ میں چونٹھ (۶۴) سال کی عمر میں شہادت کا رتبہ پایا۔ مدینہ میں آپ رضی اللہ عنہ اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ تھا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کے لگ بھگ تھی اور ان آٹھ لوگوں میں سے ہیں جو ابتدائے اسلام میں ایمان لائے تھے۔ ان صاحب عزیمت و استقامت لوگوں میں سے ہیں جن کو قبول اسلام کی وجہ سے سخت سے سخت اذیتیں دی گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو اپنے بھائی عثمان بن عبید اللہ نے جو ایک سخت مزاج شخص تھا آپ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ایک رسی سے باندھ کر سخت تشدد کا نشانہ بنایا کہ اس طرح وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں گے لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔^(۲)

عظیم داعی اور قاری مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ اہل مکہ میں سب سے خوش پوش، خوش عیش، خوبصورت اور نہایت بہادر نوجوان تھے لیکن اسلام لانے کے بعد نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کی اور مصعب الخیر کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ بنی عبدالدار سے تعلق تھا، بدری صحابی اور سابقین اولین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ اسلام میں سفیر اول کے ساتھ معلم اول کا اعزاز بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے۔ اسلام لانے کی پاداش میں گھر والوں نے رسی سے باندھ کر قید کر دیا۔ مہاجرین حبشہ کے ساتھ بھاگ کر ہجرت کی جہاں سے واپس مکہ آکر مدینہ کی طرف عازم ہجرت ہوئے۔ یہ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مدینہ میں سب سے پہلے نماز جمعہ کا آغاز کیا اور اہل مدینہ کے قاری جانے جاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ کے سب سے بڑے سردار اسید بن حضیر و سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت النبی اور مدینہ النبی کی تاسیس میں خشت اول کا کام کیا اور دنیا کے نقشے پر سب سے پہلی اسلامی ریاست کے استحکام میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ قابل رشک

(۱) ابن حجر، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تذکرہ زبیر بن العوام، دار الجلیل، بیروت، طبع اول: ۱۴۱۲ھ، ۱/۵۲۶

(۲) ابن الاثیر، مجد الدین، ابوالسعادات المبارک بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، مکتبہ اسلامیہ طہران، ۳/۵۹

ہستی احد میں شہید ہوئی اور اتنا کفن دستیاب نہ ہوسکا کہ جس میں انہیں دفنایا جاتا، سر مبارک کو کپڑے سے ڈھانپا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔^(۱)

حضرت فاطمہ وسعیدؓ اور دعوت وعزیمت

حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ اور ان کے شوہر سعید بن زیدؓ نے دعوت کے راستے میں سختیاں برداشت کیں اور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں لہو لہان ہونا پڑا لیکن ان کے دلوں میں شمع ایمان روشن رہی اور ان دونوں کے عظیم دعوتی کردار نے حضرت عمرؓ جیسے سخت دل انسان کو موم بنایا اور عرب کے اس نامور فرزند عمرؓ کو جو کہ اس وقت صرف ۲۶ سال کے باہمت وباصلاحیت نوجوان تھے، جسے آگے چل کر فاروق اعظم بنا تھا فاطمہ بنت خطاب اور سعیدؓ نے ان کے اسلام کا خشت اول رکھ دیا۔

آپؓ نے اپنی بہن کو خون میں نہلاتے دیکھ کر احساس ندامت میں کہا جو کچھ تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی پڑھ کر سناؤ۔ اس شیر دل بہادر نوجوان عورت نے اپنے جسم سے خون صاف کیا اور وضو کرنے کے بعد سورۃ طہ کی تلاوت شروع کی تو ﴿لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى﴾^(۲) کے سننے سے عمرؓ کا دل نرم ہوتا گیا اور جب فاطمہؓ ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾^(۳) پر پہنچیں تو عمرؓ بے اختیار زار و قطار رونے لگے، کفر دل سے نکل کر اسلام دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر چکا تھا۔ تب حضرت خبابؓ کی معیت میں آپؓ کوہ صفا پر واقع دار ارقم میں حضور سرور کو نین ﷺ کے ہاتھ پر قبول اسلام سے شرف یاب ہو گئے، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جوش مسرت میں صدائے تکبیر بلند کی، جو بیت اللہ میں موجود لوگوں نے سنی اور اس کے بعد صحابہ کرام دو صفوں میں حضرت حمزہ اور عمرؓ کی قیادت میں بیت اللہ میں آئے اور اس منظر کو قریش دیکھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کو الفاروق کا خطاب ملا^(۴)۔

دعوت دین اور خدمت اسلام کے لئے اس ناتواں مگر شیر دل نوجوان خاتون نے حضرت عمرؓ جیسے مرد آہن کے دل کو پگھلایا جو کبھی اپنی بہن اور بہنوئی کو قبول اسلام کی پاداش میں باندھ بھی دیا کرتے تھے^(۵) اور اس عظیم ہستی کی صورت میں فاطمہؓ اور سعیدؓ نے وہ کارنامہ سرانجام دیا کہ دنیا جسے عمر

(۱) الحاکم، نیشاپوری، ابو عبد اللہ، الاسامی والکنی، تحقیق: یوسف بن محمد، دار الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ، طبع اول: ۱۹۹۴ء، ۵/ ۲۹۱

(۲) سورۃ طہ: ۶

(۳) سورۃ طہ: ۱۴

(۴) ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ۱۸/ ۲۶۹

(۵) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب اسلام عمر، حدیث نمبر: ۳۸۶۷، ص: ۷۱۴

الفاروق رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد رکھتی ہے جس کا نام نامی اسلامی تاریخ میں زندہ و جاوید حیثیت رکھتا ہے، آپ کے اسلام لانے سے دعوت اسلام کو اعلانیہ پھیلنے کا موقع ملا اور مسلمان قوی ہو گئے۔^(۱)

عمار و صہیب رضی اللہ عنہما کا صبر و استقامت

حضرت عمار رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے۔ جب مکہ آئے تو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حلیف رہے اور ان کی لونڈی سمیہ سے شادی کی۔ اور جب اسلام آیا تو سارے خاندان نے اسلام قبول کیا تو پورا خاندان مبتلائے عذاب کر دیا گیا۔ عمار رضی اللہ عنہ ان صاحبانِ عزیمت میں شامل ہیں کہ جن کی سیرت نے دوسرے اہل ایمان کو ہمت و حوصلہ دیا۔ اس باہمت مردِ درویش پر قریش اور امیہ بن خلف کے دستِ ستم کو دیکھ کر جو کبھی آپ رضی اللہ عنہ کو انگاروں پر لٹاتے اور کبھی پانی میں غوطہ دیتے، ازراہِ محبت رسول ﷺ سر پر ہاتھ پھیر کر فرماتے:

﴿يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ عِمَارٍ كَمَا كُنْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾^(۲)

اے آگ ابراہیم کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہو جا

اسی طرح ایک مرتبہ رسول ﷺ عمار، اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزرے جن کو بطحائے مکہ میں عذاب دیا جا رہا تھا تو فرمایا: «اصْبِرُوا يَا آلَ عِمَارٍ فَإِنَّ مَوْعِدَكُمْ الْجَنَّةَ»^(۳) ان کے والد یا سر، والدہ سمیہ اور بھائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ عذاب سہتے سہتے دنیا سے چلے گئے تھے، اب صرف عمار رہ گئے تھے۔ حضرت عمار کا شمار عظیم لوگوں میں سے ہے، جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عِمَارٍ وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ»^(۴)

عمار رضی اللہ عنہ سے راہنمائی لو اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وفائے عہد سیکھو

حضرت صہیب و عمار رضی اللہ عنہما ایک ہی دن ایمان لائے تھے جس وقت تقریباً تیس لوگ ایمان لا چکے تھے اور ان کمزور اہل ایمان لوگوں میں سے تھے جنہیں اسلام کی وجہ سے مکہ میں عذاب دیا جاتا تھا۔

(۱) جس کے بارے میں ذکوان کا بیان ہے کہ میں نے عائشہؓ سے پوچھا کہ عمرؓ کا نام فاروق کس نے رکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پہ القاء کیا ہے، اور وہ فاروق ہیں جن سے اللہ نے حق و باطل کے درمیان فرق کیا، انہوں نے اس وقت اسلام کا اعلان کیا جب لوگ اسے چھپا رہے تھے۔ دیکھیے: ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، تحقیق: روجیہ النحاس، دار الفکر للطباعة والنشر، دمشق، طبع اول: ۱۹۸۴ء، ۱۸/۲۷۷

(۲) ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول: ۱۹۹۰ء، ۳/۱۸۸

(۳) الحاکم، مستدرک علی الصحیحین، ۳/۴۳۲

(۴) خطیب بغدادی، احمد بن علی، تاریخ بغداد، مطبع السعاده بجوار محافظہ مصر، ۱۹۳۱ء، ۴/۳۴۷

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ صُهِيبُ بْنُ سِنَانٍ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ كَانُوا يُعَذَّبُونَ فِي اللَّهِ بِمَكَّةَ" (۱)

اور جب ہجرت کا ارادہ کیا تو اہل مکہ نے جو سلوک کیا وہ حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ کی زبانی کچھ یوں ہے:

بَلَعْنِي أَنْ صُهِيبًا حِينَ أَرَادَ الْهَجْرَةَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ لَهُ أَهْلُ مَكَّةَ: أَتَيْنَنَا هَاهُنَا صُغُلُوكَ حَقِيرًا فَكُنْزُ مَالِكَ عِنْدَنَا وَبَلَعْتَ مَا بَلَعْتَ ثُمَّ نَنْطَلِقُ بِنَفْسِكَ وَمَالِكَ؟ وَاللَّهِ لَا يَكُونُ ذَلِكَ. فَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ إِنْ تَرَكْتُ مَالِي تُخْلُونِ أَنْتُمْ سَبِيلِي؟ قَالُوا: نَعَمْ. فَجَعَلَ لَهُمْ مَالَهُ أَجْمَعَ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: «رَبِّحْ صُهِيبُ، رَبِّحْ صُهِيبُ» (۲)

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب صہیب نے ہجرت مدینہ کا ارادہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے کہا: تو ہمارے ہاں قلائش حقیر ہو کے آئے تھے، پھر آپ کی مال کی یہ حالت ہو گئی۔ اور اب تو اپنی مال و جان کو لے کے جا رہے ہیں؟ قسم بخدا ایسا نہیں ہو گا۔ آپ نے فرمایا اگر میں یہ مال چھوڑ جاؤں تو کیا تم میرا راستہ چھوڑ جاؤ گے؟ کہنے لگے ہاں۔ تو آپ نے ان کو اپنا تمام مال چھوڑا۔ اور یہ بات جب آپ کو پہنچی تو دوسرے فرمایا: صہیب نے نفع کا سودا کیا۔

اس منظر کو شمس نوید عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں نظم کیا ہے:

جو اس کی سمت بڑھے بے نوا غلام تھے وہ شکار عشی و سیفوتھے اسیر دام تھے وہ
نظام شرک کے کچلے ہوئے عوام تھے وہ
وہ سب دہکتی ہوئی جھٹیوں میں ڈالے گئے اندھیرے ٹوٹ کے برسے جدھر اجالے گئے
وطن کی گود سے دھنکار کر نکالے گئے (۳)

استہزاء و استخفاف اور مظلوموں کی پامردی و استقلال

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمار بن یاسر، خباب بن الارت، صہیب رومی، بلال بن رباح، ابو فکیہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم جیسے لوگ سردار ان قریش مسجد حرام میں بیٹھے دیکھتے تو مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ ہیں اس شخص کے ساتھی؟ کیا ہمارے درمیان صرف یہی لوگ اللہ کے فضل کے مستحق رہ گئے تھے (۴) قرآن مجید نے ان کی رعونت کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے:

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱۷۱/۳

(۲) ایضاً

(۳) عثمانی، شمس نوید، کیا ہم مسلمان ہیں؟ حصہ دوم، ادارہ مطبوعات طلبہ، اچھرہ لاہور، طبع اول، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۱

(۴) بلاذری، احمد بن یحییٰ، الانساب الاشراف، تحقیق: عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ۱۷۱/۳

مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سیرت سرور عالم، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۹۹ء، ۵۳۲/۲

﴿وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ﴾^(۱)

اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ سے آزمایا ہے تاکہ یہ لوگ کہیں کیا یہی ہیں ہم میں سے جن پر اللہ نے فضل کیا ہے کیا اللہ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں ہے۔

مظلوموں پر ظلم و ستم کے نتائج

مشرکین مکہ کا خیال تھا کہ وہ ان کمزور اور مفلوک الحال مسلمانوں کا مذاق اڑانے اور اذیت دینے اور ان پر اپنے جبر و دہشت جیسے کمینہ حرکتوں کا خوف طاری کر کے اسلام سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اسلام کے پھیلاؤ کو روک دیں گے لیکن نتائج ان کے توقعات کے برخلاف سامنے آرہے تھے۔ معاشرے کے ہر صالح عنصر اور فرد ان مظلومین کے اخلاق عالیہ کا گرویدہ ہوتا جا رہا تھا اور اپنے ابنائے جنس سے نفرت کرنے لگے تھے۔ سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

”اس بے رحمی و سنگدلی کو دیکھ کر ہر نیک سرشت انسان کی فطرت کفر اور اس کے علمبرداروں سے نفرت کرنے لگی اور جس صبر و استقامت کے ساتھ مسلمانوں نے اس بے جا ظلم کو برداشت کیا اس کی وجہ سے تمام غیر متعصب دلوں میں ان کے لئے ہمدردی بھی پیدا ہوئی اور قدرو منزلت بھی۔۔۔ سب سے بڑا فائدہ اس ظلم کا اسلام کو یہ پہنچا کہ اس بھٹی سے گزر کر جو لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے وہ نسل آدم کے بہترین انسان تھے۔ اس حالت میں کوئی کمزور سیرت و کردار کا آدمی اس طرف کا رخ بھی نہ کر سکتا تھا“^(۲)

اسلام میں ضعیف اور کمزور مسلمانوں کا رتبہ

صبر و استقامت کے ان متوالوں نے سنگدلانہ زمانہ کے دلوں کے تالے توڑ دیے اور ان میں ایمان کی تخم ریزی کی اور حسن اخلاق سے اس کی ایسی آبیاری کی جس کے نتیجے میں اسلام کو پھیلنے کا موقع ملا۔ ایسے اصحاب عزیمت اہل ایمان کا جو رتبہ اللہ تعالیٰ نے قابل رشک انداز میں بیان کیا ہے، اس کا تذکرہ سابقہ ابحاث میں گزرا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اصحاب عزیمت لوگوں کی صحبت میں رہا کرو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صبح و شام اپنے رب کے پکارنے کو

(۱) سورۃ الانعام: ۵۳

(۲) مودودی، سیرت سرورِ عالم، ۲/۵۵۱

اپنا مطمع نظر بنائے ہوئے ہیں اور اسی کی رضامندی چاہتے ہیں لہذا ان کو اپنے آنکھوں کے سامنے سے نہ ہٹانا چنانچہ امام مسلم سورۃ الکہف آیت ۲۸ کی تفسیر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کرتے ہیں:

”ان سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو غریب اور کمزور تھے جن کے ساتھ بیٹھنا اشراف قریش کو گوارا نہ تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ آدمی نبی اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، میرے علاوہ بلال، ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک ہذیل قبیلے کا صحابی اور دو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تھے۔ قریش مکہ نے خواہش ظاہر کی کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دو تاکہ ہم آپ اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ اللہ ﷺ کی بات سنیں، لیکن اللہ نے آپ اللہ ﷺ کو ایسا کرنے سے منع کیا“^(۱)۔

لیکن ان سنگدلان زمانہ کو کیا معلوم کہ یہ ضعیف اور کمزور لوگ معاشرے کے لئے باعثِ خیر اور رحمت ہیں، اگر ان کے حقوق سے آنکھیں بند کر دی جائیں اور ان کے عزت و قار کا خیال نہ رکھا جائے تو مخلوق پر اللہ کی رحمتیں روک دی جاتی ہیں، آپ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

«مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا فَاحْتَجَبَ عَنْ ضَعْفَةِ الْمُسْلِمِينَ احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^(۲)

جس کو مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سونپی گئی اور اس نے ضعیف و کمزور مسلمانوں کو اپنے سے دور رکھا، قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سے دور کر کے ان سے پردہ فرمائے گا

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ معاشرے کے نادار اور کمزور لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھا۔ وہ معاشرہ اسودہ حال اور مطمئن تھا کیونکہ آپ ﷺ بنفس نفیس ان کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے سماجی معاملات میں شرکت فرماتے تھے۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

«يَأْتِي ضَعْفَاءُ الْمُسْلِمِينَ، وَيُزَوِّجُهُمْ وَيُعَوِّدُ مَرْضَاهُمْ، وَيَشْهَدُ جَنَائِزَهُمْ»^(۳)

کمزور اور مظلوم مسلمانوں کے پاس آتے، ان کی زیارت فرماتے، ان کی مریضوں کی عیادت کرتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے تھے۔

انہی غریب اور نادار مسلمانوں کا اللہ کے ہاں بڑا رتبہ ہے اور قیامت والے دن بھی کام آسکتے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں فرمایا:

(۱) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث نمبر: ۲۴۱۳، دار الحدیث قاہرہ، ۱۹۹۱ء، ۴/ ۱۸۷۸

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، تحقیق: حمزہ بن عبد الحمید السلفی، مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرہ طبع دوم: ۱۹۹۴ء، ۲۰/ ۱۵۲

(۳) حاکم، محمد بن عبد اللہ، مستدرک علی الصحیحین، ۲/ ۵۰۶

«اطْلُبُوا الْأَيَادِي عِنْدَ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّ لَهُمْ ذَوْلَةَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»^(۱)

غریب اور فقیر مسلمانوں کا قرب حاصل کرو کیونکہ قیامت کے دن وہ بڑی سلطنت کے مالک ہوں گے۔

یعنی بڑے صاحب قدر و منزلت ہوں گے اور مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے^(۲) اسی تناظر میں غریب اور نادار مسلمان اللہ کے نبی ﷺ کے ہاں کیا مرتبہ رکھتے تھے؟ وَائِلَةُ بَنِ وَائِلَةَ رُوَايَت کرتے ہیں کہ میں اہل صفہ میں سے تھا، ایک دن آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

«كَيْفَ أَنْتُمْ بَعْدِي إِذَا شَبِعْتُمْ مِنْ خُبْرِ الْبَرِّ وَالزَّيْتِ، وَأَكَلْتُمْ مِنَ أَلْوَانِ الطَّعَامِ، وَلَبَسْتُمْ أَلْوَانَ اللَّيْلِ؟ فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ خَيْرٌ»^(۳)

تمہارا کیا حال ہو گا میرے بعد جب تم گندم کی روٹی اور روغن سے سیر ہو جاؤ گے اور قسم قسم کے کھانے کھاؤ گے اور قسم قسم کے لباس پہنؤ گے؟ لیکن آج تم جس حالت میں ہوں اس سے بہت بہتر ہو۔

نبی کریم ﷺ کی مراد یہ تھی کہ آج کی جو تمہاری حالت ہے آخرت کے لحاظ سے بہت بہتر ہے، اس کا اندازہ قحط سالی ﷺ کے اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش آیا تھا جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا اونٹوں پر مشتمل غلے کا تجارتی قافلہ شام آیا اور تاجران وقت نے بڑی خطیر رقموں کی پیشکش کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس سے زیادہ کی پیشکش ہوئی ہے۔ لیکن تاجروں کو یہ بات سمجھ نہیں آئی اور سوچنے لگے کہ وہ کون ہو گا جو ہم سے زیادہ قیمت دے سکے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ عزوجل نے ہر درہم کے عوض مجھ سے دس کا وعدہ کیا ہے۔ کیا تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے تو انہوں نے کہا بخدا نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ غلہ فقیر اور محتاج مسلمانوں کے لئے صدقہ کر دیا ہے"^(۴)

یہ عظیم صدقہ جو غریب، کمزور اور محتاج لوگوں پر کیا گیا تھا اللہ کے ہاں اس قدر محبوب ٹھہرا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اسی رات رسول اللہ ﷺ کو ترکی گھوڑے پر سوار خواب میں دیکھا جو نور کا خوبصورت جوڑا زیب تن کئے ہوئے تھے اور پاؤں میں نور کے جوتے اور ہاتھ میں نور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ جلدی میں تھے، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ ﷺ کے ساتھ بات چیت کا انتہائی مشتاق ہوں، آپ

(۱) ابو نعیم، أحمد بن عبد اللہ الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، السعادة بجوار محافظ مصر، ۱۹۷۴ء، ۸/۲۹۷

(۲) احمد بن حنبل، الامام، مسند ابی ہریرہ، تحقیق: شعيب الارناؤط وآخرون، مؤسسة الرسالة، طبع اول: ۲۰۰۱ء، ۱۴/۲۰۸

(۳) الدولابی، محمد بن احمد، الکافی والاسماء، تحقیق: ابو قتیبة نظر محمد الفاریابی، دار ابن حزم، بیروت، طبع اول: ۲۰۰۰ء، ۲/۵۱۷

(۴) آجری، محمد بن الحسین، الشریعہ، تحقیق: ڈاکٹر عبد اللہ بن عمر، دار الوطن، ریاض، طبع دوم: ۱۹۹۹ء، ۴/۲۰۱۲

ﷺ کہاں جلدی میں ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم صدقہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا اور اسے اس کے بدلے جنت میں ایک حور سے نکاح کرایا ہے اور ہمیں شادی کی دعوت دی ہے۔^(۱)

خلاصہ بحث

مالی تنگی اور سماجی حالات میں ناہمواری زندگی میں عظیم کارناموں کو سرانجام دینے میں مانع نہیں ہوتی، اگر فکری ہم آہنگی اور جذبہ صادقہ ساتھ ہو تو جوانی کا یہ دور بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ مال کمانے کا تعلق ہو یا حصول علم کا یا صلاحیتوں اور مہارتوں میں نکھار پیدا کرنا ہو، ان سب کا صحیح وقت بھی یہی ہے۔ اسی عمر میں نوجوان مختلف علوم و فنون کی منازل طے کر سکتے ہیں۔ اسی دور کے عمل کو علامہ اقبال نے ”ضربِ کاری“ قرار دیا ہے۔ عمر کے اسی مرحلے میں نوجوان صحابہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے شانہ بشانہ عہد و پیمان باندھا اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیے تو بارگاہِ نبوی سے صدیق، الفاروق، شیر خدا، سیف اللہ وغیرہ جیسے عظیم القاب حاصل ہوئے۔

اسی عمر میں ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجددین علوم کی گہرائیوں میں اترے، اسی دور شباب میں صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی تاریخ کو اپنے کارناموں سے منور کیا۔ اسی عمر میں حسن البنا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مصر کی سر زمین میں مد و جزر اور فرعون و طاغوتی نظام کے اندر تلاطم خیزی پیدا کی اور دعوت الی اللہ کے لیے مسکن بنایا۔ صحافت کے میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانی ہی میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے محض چوبیس (۲۴) سال کی عمر میں ”الجهاد في الاسلام“ جیسی معرکہ آرا کتاب لکھ کر ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جن میں اس وقت نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان بھی گرفتار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسی عمر کو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے کیونکہ بڑے بڑے معرکے اور کارنامے اسی عمر میں انجام دئے جاسکتے ہیں۔

آج کا نوجوان اگر مؤاخات کی روشنی میں ایک دوسرے کے بھائی ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ اور سرپرست ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ بن جائیں تو کون سی چیز امت مسلمہ کو قیادت سے روک سکتی ہے۔ ہر انقلاب چاہے سیاسی ہو یا اقتصادی، معاشرتی ہو یا سائنسی، اطلاعاتی ہو یا نشریاتی، یا ملکی و بین الاقوامی سطح کا ہو، غرض ہر میدان میں جوانوں کا کردار نہایت اہم اور کلیدی ہوتا ہے۔ روس کا انقلاب ہو یا فرانس کا، عرب بہاریہ ہو یا مارٹن لوتھر کنگ کا برپا کردہ انقلاب، غرض کہ ہر انقلاب کو برپا کرنے کے پیچھے جوانوں کا اہم کردار فرما رہا ہے۔ ماضی میں جو بھی چھوٹی بڑی تبدیلی آئی جوانوں ہی کے ذریعہ آئی ہے اور زمانہ حال میں بھی ہر چھوٹی بڑی

تنظیم یا تحریک چاہے سیاسی ہو یا مذہبی، سماجی ہو یا عسکری ان میں جوان ہی پیش پیش ہیں۔ مستقبل میں بھی ہر قوم و ملک اور تنظیم انہی پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کئے رکھے گی۔

نتائج

- ۱۔ جوانی کی زندگی میں تمام تر قوائے جسمانی اور صلاحیتیں عموماً بحال ہوتی ہیں۔
- ۲۔ ان صلاحیتوں سے اگر بروقت فائدہ نہ اٹھایا جائے تو ضائع ہو جاتی ہیں۔
- ۳۔ جوانوں کی سرگرمیاں ہر تہذیب میں مسلم رہی ہیں۔
- ۴۔ جوان ہی معاشروں میں مستقبل کے معمار شمار کئے جاتے ہیں۔
- ۵۔ ان سے عموماً ذمہ داریاں نبھانے کی امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔

سفارشات

- ۱۔ مثبت پروگراموں کے ذریعے جوانوں کی صلاحیتیں قوم و ملک کے لئے کارآمد بنائی جائیں۔
- ۲۔ امانت و دیانت، خدا خونی، جذبہ ایثار، اخلاص و فاء، ہمدردی و بھائی چارہ، سادگی و سچائی، علم سے محبت اور خوش خلقی جیسی صفات و اخلاق ان میں ودیعت کرنے کا اہتمام اسی عمر میں کیا جانا چاہئے۔
- ۳۔ اخوتِ اسلامی کو فروغ دینے کے لیے ان کے اندر جذبہ بیدار کیا جائے۔
- ۴۔ اصول پسندی کو ان کی روح میں ڈالا جائے۔
- ۵۔ نظم و ضبط کے قیام میں کردار ادا کرنے کے لئے ان کی تربیت کی جائے۔

